قرآنی سیرت: ڈاکٹر محمد ابو شہبہ اور ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق کی کتب کا اختصاصی مطالعہ

Qur'anic Sīrah: A Special Study of the Books by Dr. Muḥammad Abū Shahbah and Dr. ʿAbd al-Ṣabūr Marzūq

Qamar Abbas
Arabic Teacher, Worker Welfare Boys School, Morgah, Rawalpindi
toheedi45112@gmail.com

ABSTRACT

The Holy Qur'an is the most authentic and fundamental source of Seerah, yet in Arabic literature, there has been relatively limited scholarly work devoted solely to the Seerah based exclusively on Qur'anic verses. Among the notable works in this domain are "Al-Seerah Al-Nabawiyyah fi al-Qur'an al-Kareem" by Dr. Abdus Sabur Marzooq, and "Al-Seerah Al-Nabawiyyah 'ala Dhou' al-Qur'an wa al-Sunnah" by Dr. Muhammad Abu Shahbah. However, Abu Shahbah's work draws upon both the Qur'an and authentic Hadith. The present research paper provides a critical and analytical study of these two works. It outlines the methodology and style of each book and highlights key themes along with the Qur'anic verses referenced in the discussion of various aspects of Holy Prophet Muhammad (PBUH). The study employs both analytical and descriptive research methods.

Key Words: *Qur'anic Perspective of Sirah, Dr. Abd al-Sabur Marzooq, Dr. Muhammad Abu Shahbah, , Sirah Literature, Analytical Study.*

موضوع کا تعارف

قرآن کریم کی روشنی میں سیرتِ نبوی کی اہمیت

قرآن کریم اللہ جل شانہ کا وہ باکمال معجزہ ہے جو سرکار دو جہاں، رحمت للعالمین حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے قلب اطہر پر جبریل امین ذریعے نازل کیا گیا۔ یہ وہ کتاب ہدایت ہے جو تا قیامت بنی نوع انسان کی فلاح دارین کی ضامن ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید، رسولوں اور انبیاء کرام کی رسالت و نبوت کی صداقت، اخروی زندگی کی حقیقت، ملائکہ کی حقیقت و مقام، اعمال صالحہ کی ترغیب، برے اعمال سے بچاؤ کی اہمیت، نیک لوگوں کے لیے انعاماتِ خداوندی، فساق و فجار اور کفار کے لیے عذابِ الٰہی الغرض انسان کی فلاح کی خاطر ہر مضمون کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے، وہیں حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت عالیہ کے کئی گوشوں کو بھی مختلف مقامات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان کہیں تفصیل سے ہے تو کہیں اجمال سے۔

قرآنی تعلیمات کے مطابق نبی کریم ﷺ عالمگیر رحمت کے منصب پر فائز ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

(وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ) [1]

ام التفاسیر تفسیر ابن جریر کے مصنف علامہ ابن جریر طبریؒ نے آیت کی تشریح 2 اہل علم کے آراء کی روشنی میں بیان کی ہے:

1. "آپ مؤمنین اور کفار سب کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ آپ نے اپنے بیان کی توثیق کے طور پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا ہے۔"
2. "کچھ اہلِ تفسیر کے مطابق اس آیت میں مراد صرف مومنین ہی لیے گئے ہیں۔ کافروں کو ان کی سرکشی کے باعث عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا آپ ﷺ کی رحمت ان کو محیط نہیں ہے۔ اس کی تائید میں آپ نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے۔"

یہ دو اقوال نقل کرنے کے بعد ابن جریرؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے جس کے مطابق آپ ﷺ تمام لوگوں بشمول مومنین اور کفار کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ مومنین کے لیے تو آپ ﷺ کا رحمت ہونا محتاجِ بیان نہیں ہے۔ کفار کے لیے رحمت بننے سے مراد آپ ﷺ کی وجہ سے ان پر فوری عذاب نازل نہیں کیا گیا جس کا شکار پہلے انبیاء کی نافرمان قومیں ہوتی تھیں اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا تھا۔ آپ کی رحمت کی بدولت آپ کی امت کے کفار اس طرح کے عذاب سے محفوظ ٹھہرتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی ان کے لیے رحمت ہونے کی دلیل ہے۔ [2]

چونکہ رسول اللہ عالمِ انسانیت کے لئے باعثِ رحمت ہیں یقیناً بطورِ نمونہ آپ ﷺ کی زندگی بھی تمام لوگوں کے لیے اہمیت کی حامل ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی اتباع کی اہمیت کو قرآن کریم کی کئی آیات میں بیان کیا گیا

ہے۔چند آیات ذیل کی سطور میں بیان کی جارہی ہیں:

("قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) [3]

ایک اور آیت:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ [4]

ترجمہ:"اے پیمبر! آپ فرمادیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرو۔"

﴿" فَلْيَحْذَرْ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ"﴾[5]

ترجمہ:"جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ ہمیشہ ہوشیار رہیں کہ کہیں ان پر زبردست آفت یا دردناک عذاب نہ آئے۔"

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)[6]

"بلاشبہ آپ لوگوں کیلئے نبی کریم ﷺ شاندار مثال ہیں۔"

ترجمہ:"رسول اللہ ﷺ کے دیے ہوئے احکام کو مانو، اور جن امور سے روکیں، ان سے رک جاؤ۔"

مندرجہ بالا آیات سے درج ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کی محبت اور مغفرت کے حصول کا راستہ نبی کریم کی اطاعت سے وابستہ ہے۔
2. اللہ کی فرمانبرداری کے ساتھ اس کے رسول کی حکم برداری بھی ضروری قرار دی گئی ہے، کیونکہ اللہ کے اطاعت حاصل کرنے کا علم اس کے حبیب ﷺ کی اقوال وافعال ہی سے ممکن ہے۔
3. مؤمنین کی پہچان یہ ہے کہ وہ آپ کی توقیر کرتے اور آپؐ کی مدد وحمایت کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔
4. خاتم النبیین کی ہدایات سے انحراف کرنے والے شدید عذاب کے سزاوار ہوتے ہیں۔
5. اہلِ ایمان کے لیے رسول اللہ کی حیات وہ نمونہ ہے جس پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔
6. اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر نبی کریم خاتم النبیین کے اوامر کی بجاآوری اور آپ کی طرف سے منع کی ہوئی باتوں سے رک جانے کا حکم دیا ہے۔

سیرت نبوی کی حفاظت کی ضرورت اور اس کے ذرائع

چونکہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ عالی تمام لوگوں کے لیے خیر، بھلائی اور شفقت کا باعث ہے اور آپ ﷺ کی سیرت، آپ کے شب و روز لوگوں کے لیے رہنمائی کا باعث ہے۔ آپ علیہ السلام کی حیات ان کے لیے وہ مشعلِ راہ ہے جس پر چل کر وہ اپنے دونوں جہاں سنوار سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں تو ضروری تھا کہ اس عظیم نبی خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ ہمارے سامنے ہو، تاکہ ہم اسے دیکھ کر اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کر سکیں اور دارین کی سعادتیں سمیٹ لیں۔ اس ضرورت کو دیکھتے ہوئے

شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمادیا تھا کہ آپ کے صحابہ کرام آپ ﷺ کی ہر ہر سنت اور طریقے کو یاد کرنے کے علاوہ سمجھتے، سیکھتے تھے، بلکہ فوراً اسے اپنی زندگی کا حصہ بنا کر اس کو زندہ و جاوید بنادیتے تھے۔ کتبِ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کے شاگردوں نے آپ کی زندگی کے کسی پہلو کو مخفی نہیں رہنے دیا، چاہے اس کا تعلق گھریلو زندگی سے ہو، معاشرتی زندگی سے ہو، سیاسی زندگی سے ہو یا اس کا تعلق زندگی کے کسی حصے سے ہو، انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کی تمام سنن کو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے محفوظ کر دیا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے ان سے سیکھا، اس پر عمل کیا اور یہ تراث اگلی نسل تک پہنچادی۔ یوں یہ سلسلہ صحابہ کرام سے چلتے چلتے ہم تک آن پہنچا۔

حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر متعدد زبانوں میں اہلِ قلم نے گراں قدر تصانیف لکھی ہیں۔ اس آرٹیکل میں سیرت طیبہ پر عربی زبان میں لکھی گئی درج ذیل دو کتب کا جائزہ لیا جائے گا جنہوں نے قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کی ہے:

1. السيرة النبوية على ضوء القران و السنة(ڈاکٹر محمد ابو شھبہ)
2. السيرة النبوية في القران الكريم(ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق)

موضوعِ تحقیق کے بنیادی سوالات

1. قرآنی سیرت پر لکھی گئی کتب کا منہج واسلوب کیا ہے؟
2. قرآنی سیرت پر لکھی گئی کتب میں کون کون سی اور کتنی آیات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے؟

1۔السيرة النبوية على ضوء القران و السنة

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد بن محمد بن سویلم ابو شھبہ ہیں۔ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ دار القلم دمشق سے شائع ہوئی ہے۔ آٹھویں طباعت ۱۴۲۷ھ میں ہوئی۔ اس طباعت میں پہلی جلد میں کل ۵۹۱ صفحات ہیں، جبکہ دوسری جلد میں صفحات کی تعداد ۵۷۷ ہے۔

پہلی جلد کے مندرجات

پہلی جلد رسول اللہ کی مکی زندگی کو بیان کرتی ہے۔ اس میں درج ذیل امور کا ذکر ہے:

1. مقدمہ کتاب
2. سیرت کے مطالعہ کے لیے تمہیدی مقدمات
3. تین ابواب

1۔ مقدمہ کتاب

مقدمہ کتاب میں مصنف نے کتاب لکھنے کی غرض بیان کی ہے۔اس میں آپ نے سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کی اہمیت کو قرآن، سنت اور آثار صحابہ وتابعین سے مزین کیا ہے۔[7]

2۔ سیرت کے مطالعہ کے لیے تمہیدی مقدمات

اس کے بعد "مقدمات تمهيدية لدراسة السيرة" کے عنوان سے تین مقدمات ذکر کیے ہیں۔

پہلے مقدمے میں اپنی کتاب میں سیرت رسول کے انداز بیان کو ذکر کیا ہے۔ منہج کے بیان میں آپ نے کل درج ذیل کل نو امور بیان کیے ہیں:

1. سیرت کے موضوع کے متعلق آیات قرآنیہ کا بیان
2. موضوع کے متعلق صحیح احادیث کا بیان
3. تاریخ اور سیرت دونوں طرح کی کتب سے استفادہ
4. مستشرقین کی طرف سے رسول اللہ کی ذات عالی پر کیے گئے بے سروپا اعتراضات کا رد
5. سیرت کے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ ان سے حاصل ہونے والے نصائح اور اسباق کا ذکر
6. نبی کریم ﷺ کے لیے "عبقری" جیسے القابات کی بجائے اعلیٰ وصف رسالت ونبوت کا بیان[8]
7. حضرت محمد ﷺ کے حسی معجزات کا ذکر
8. اسلامی احکام وعبادات کی تاریخ بیان کرنے کا اہتمام
9. متقدمین کی کتب سے اصل نصوصِ سیرت ذکر کرنے کا اہتمام

دوسرے تمہیدی مقدمے میں آپؒ نے سیرت کی تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی چند مشہور کتب کا تذکرہ کیا ہے۔متقدمین سیرت نگاروں کے طبقات اور ان کی تالیفات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے سیرت کی منظوم کتب، ولادتِ نبوی وغیرہ کی کتب (بعد کے ادوار میں لکھی جانے والی وہ کتب جن میں زیادہ تر نبی کریم ﷺ کی صفات وکمالات وغیرہ بیان کیے گئے ہیں اور روایات کی صحت وضعف کا خیال نہیں کیا گیا) اور ان کتبِ تاریخ کا تذکرہ کیا ہے جن کے اندر سیرتِ رسول ﷺ کا ایک معتدبہ حصہ موجود ہے۔

تیسرے تمہیدی مقدمے میں آپؒ نے عصرِ حاضر میں مستشرقین اور اہلِ اسلام کی طرف سے کی جانے والی سیرت نگاری کے اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

3۔ پہلی جلد کے تین ابواب

تمہیدی مقدمات کے بعد تین ابواب کے تحت حضرت محمد ﷺ کی مکی زندگی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

پہلا باب درج ذیل چار فصلوں پر مشتمل ہے:

1. قبل از اسلام عرب کی مختصر تاریخ
2. حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان
3. بیت اللہ کے والیوں اور حضرت محمد ﷺ تک مکہ کی تاریخ کا بیان
4. حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ کے ساتھ شادی کا بیان

دوسرا باب (میلادِ رسول ﷺ سے بعثت تک) درج ذیل آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے:

1. میلادِ رسول ﷺ کا بیان
2. رضاعتِ رسول ﷺ کا بیان
3. بعد از رضاعت کفالت کا بیان
4. رسول اللہ کی حضرت خدیجہ سے شادی کا بیان
5. قریش کی طرف سے کعبہ کی عمارت کی تعمیرِ نو
6. آپ ﷺ کی قبل از بعثت زندگی کا بیان
7. بعثت نبوی سے قبل معاشرے کی حالتِ زار کا بیان
8. پہلی کتبِ سماویہ میں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی بشارتوں کا بیان

تیسرا باب بھی کل آٹھ فصول پر مشتمل ہے، جو درج ذیل ہیں:

1. نبوت کا بیان
2. دینِ اسلام کی خفیہ دعوت دور
3. اعلانیہ طور دعوت کا دور
4. مکی زمانے کے چند اہم واقعات کا بیان[9]
5. واقعہ طائف کا بیان
6. واقعہ معراج کا بیان
7. حج کے موقع پر مختلف عرب قبائل سے دعوتِ دین کے لیے تعاون کی درخواست
8. مدینہ کی طرف ہجرت کا بیان

پہلی جلد کے آخر میں مراجع و مصادر کے علاوہ آٹھ مختلف اقسام کی فہارس بھی بیان کی گئی ہیں۔

دوسری جلد کے مندرجات

دوسری جلد کے شروع میں پھر دو مقدمے ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ وہ مقدمے ہیں جو پہلی اور دوسری طباعت کے وقت مصنفؒ کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپؒ نے "بين عهدين: العهد المكي و العهد

المدني" کے عنوان سے مکہ اور مدینہ میں آپ ﷺ کی دعوت کے مراحل اور ان ادوار میں اسلامی احکام کی تدریج کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے مدنی زندگی کا آغاز اللہ کے گھر مسجد کی تعمیر سے شروع کیا تھا۔ مصنفؒ نے مسجدِ نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر کی تفصیلات ذکر کرنے سے پہلے "منزلة المساجد في الاسلام" کے عنوان سے اسلام میں مساجد کی عظمت کا ذکر کیا ہے۔ ان آیات کو بطور دلیل ذکر کی ہیں:

﴿" وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً"﴾[10]

ترجمہ: "اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کی ہیں سو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔"

اس کے بعد آپؒ نے " حالة المدينة السّياسيّة والاجتماعيّة بعد الهجرة " کے عنوان سے ہجرت کے بعد مدینہ کی سیاسی اور اجتماعی حالت کا ذکر کیا ہے جس میں مدینہ میں یہود کے قبائل کے ساتھ میثاقِ مدینہ، مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاتِ مدینہ، منافقین کے کردار، انصار کی قربانیوں اور حضرت عائشہ کے ساتھ رسول اللہ کے نکاح مبارک کا ذکر کیا ہے۔

مندرجہ بالا چند تمہیدی مباحث کے بعد مصنفؒ نے پہلی جلد کے برعکس دوسری جلد میں ابواب بندی نہیں کی، بلکہ اسے ہجرت نبوی کے بعد کے سالوں کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔ ہجرت کے بعد حضرت محمد ﷺ کی وفات تک کل گیارہ سالوں کے واقعاتِ سیرت کو بالترتیب بیان کیا ہے۔

1۔ ہجرت کا پہلا سال

اس عنوان کے تحت مصنفؒ نے پہلے سال پیش آنے والے تین سرایا (سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ بن حارث، سریہ سعد بن ابی وقاص)، ان سرایا پر مستشرقین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراض[11] اور محمد حسین ہیکل کی طرف سے دیے گئے جواب کو ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے اس سال پیدا ہونے والے اور وفات پاجانے والے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے۔

2۔ ہجرت کا دوسرا سال

آپؒ نے اس سال کے تحت جہاد کی مشروعیت کی تفصیلی بحث کی ہے۔ آپ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ جہاد ہجرت کے دوسرے سال میں فرض ہوا۔ آپؒ نے جہاد کی مشروعیت میں نازل ہونے والی پہلی آیات کے بارے میں کہا ہے کہ یہ سورۃ الحج کی درج ذیل آیات ہیں:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۔﴾[12]

ان آیات میں اب کفار سے لڑنے کی اجازت دی گئی جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔۔۔

اس کے علاوہ آپؒ نے جہاد کی مشروعیت کی حکمت، اسلام میں جہاد کا حکم کہ فرض کفایہ ہے یا فرض عین اور شہادت کے فضائل ذکر کیے ہیں۔ اس بحث کے بعد ایک مستقل بحث جہاد کے مختلف تدریجی حالات کے بارے میں بیان کی ہے۔

دوم ہجری میں پیش آنے والے غزوات اور سرایا میں سے غزوہ ابواء/ودان، غزوہ بواط، غزوہ عشیرہ، غزوہ بدر اولیٰ، سریہ عبداللہ بن جحش اور غزوہ بدر کبریٰ کا ذکر کیا ہے۔ غزوہ بدر کبریٰ کا نہایت تفصیلی ذکر کیا گیا ہے جو صفحہ نمبر ۱۲۳ سے صفحہ نمبر ۱۷۸ تک کل چھپن صفحات پر مشتمل ہے۔

اور اسی سال حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے مابین شادی کا تذکرہ کیا ہے۔

3۔ ہجرت کا تیسرا سال

مصنفؒ نے اس سال واقعہ ہونے والے غزوات اور سرایا میں سے غزوہ کدر، غزوہ غطفان/ذی امر، سریہ زید بن حارثہ/سریہ قردہ، غزوہ احد اور غزوہ حمراء الاسد کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے غزوہ احد کا کافی تفصیلی ذکر کیا گیا ہے جو کتاب کے ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس غزوہ سے متعلق قرآنی آیات کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

اس برس پیش آنے والے دیگر واقعات میں سے آپ ﷺ کی حضرت حفصہ سے شادی، حضرت عثمان کی آپ ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم سے شادی اور حضرت حسن کی پیدائش جیسے واقعات کو بیان کیا ہے۔

4۔ ہجرت کا چوتھا سال

اس سال پیش آنے والے غزوات اور سرایا میں سے مصنفؒ نے سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، سریہ رجیع، واقعہ بئر معونہ اور غزوہ بدر ثانی کا تذکرہ کیا ہے۔

غزوہ بدر ثانی کے حوالے سے آپؒ نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کا ذکر کیا ہے:

﴿" اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَاناً وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ"﴾[13]

اس غزوہ کے حوالے سے اس آیت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ بدر ثانی میں جب ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی کیے بغیر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک حربہ آزمانے کا فیصلہ کیا جس سے بدعہدی کی نسبت کفار کی بجائے مسلمانوں کی طرف ہو۔ اس کے لیے اس نے نعیم بن مسعود سے کہا کہ وہ مسلمانوں کو جا کر قریش کے لشکر سے ڈرائے اور انہیں بتائے کہ قریش نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہوا ہے۔ جب اس نے مسلمانوں کو اس کی خبر دی تو مسلمانوں نے ڈرنے کی بجائے مندرجہ بالا آیت کے کلمات " حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" تلاوت کیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔[14]

رواں برس مزید واقعات میں سے آپؒ نے ابو سلمہ اور عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی وفات، حضرت زید کے یہود کی زبان سیکھنے، حضرت حسین کی ولادت اور حضرت محمد ﷺ کی حضرت زیب بنت خزیمہ اور حضرت ام سلمہ سے شادی کو بیان کیا ہے۔

5۔ ہجرت کا پانچواں سال

مصنفؒ نے اس برس پیش آنے والے غزوات غزوہ دومۃ الجندل، خندق یعنی احزاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ حج کی فرضیت، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات اور رسول اللہ کی حضرت زینب بنت جحش اور ام حبیبہ بنت سفیان سے نکاح ہونے کو بیان کیا ہے۔

غزوہ بنی مصطلق میں انصار اور مہاجرین کے درمیان ہلکی کی تلخ کلامی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عبداللہ بن ابی منافق نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرنے کے لیے کہا تھا کہ ہم ان مہاجرین کی مالی مدد نہیں کریں گے، نیز جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم معزز لوگ کمتر مہاجرین کو اپنے شہر سے نکال دیں گے تو اس پر سورۃ المنافقون نازل ہوئی۔ مصنفؒ نے اس پوری سورت میں سے خصوصی طور پر درج ذیل آیات کا تذکرہ کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے زہریلے پروپیگنڈے کا تذکرہ فرمایا:

﴿"هُمُ الَّذِينَ يَقُوْلُوْنَ لا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا "﴾[15]

اسی غزوہ سے واپسی پر واقعہ افک بھی پیش آیا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور اہلِ اسلام کو ذہنی طور پر بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کرنے کے لیے سورۃ النور کی تیرہ آیات نازل فرمائیں۔ مصنفؒ نے ان آیات کی تفسیر بھی بیان کی ہے۔

سورۃ النساء کی مندرجہ بالا آیات کا مصنفؒ نے اس غزوہ کے حوالے سے یہ شانِ نزول ذکر کیا ہے کہ مدینہ کے یہود نے مسلمانوں کے خلاف قریش سے اتحاد کرنے کے لیے ایک وفد بھیجا جس کی قیادت حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع کر رہے تھے۔ قریش نے ان سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد ﷺ کا تو جواب میں فرمایا کہ تمہارا دین بہتر ہے، حالانکہ یہود اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ بت پرست اور مشرک ہیں جن کا دینِ ابراہیمی سے کچھ لینا دینا نہیں۔ ان کے اس جھوٹ پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں ان کی مذمت بیان کی

اس غزوہ میں سورۃ النور کی آیات کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ اور آپ کے اصحاب خندق کھودنے میں مشغول تھے تو منافقین اس کام کو بوجھ سمجھتے ہوئے آنکھ بچا کر آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر کھسک رہے تھے، جبکہ مومنین میں سے اگر کسی کو کوئی ضروری حاجت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر جاتا۔ منافقین کے اس طرزِ عمل کی برائی بیان کرنے اور ایمان والوں کی تعریف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ المؤمنون کی درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوْا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كانُوْا مَعَهُ عَلى أَمْرٍ جامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوْا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوْهُ ---"﴾[16]

حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کے وقت پر کفار اور منافقین نے زہریلا پروپیگنڈا کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی اہلیہ سے شادی کرلی ہے۔اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴ اور ۵ کے علاوہ آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰ نازل فرمائیں۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا،اس لیے اس کی مطلقہ سے شادی کرنا بہو سے شادی کرنا نہیں ہے۔ نیز ان آیات میں رسول اللہ کی شان کا بیان ہے کہ یہ شادی دراصل خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوئی تھی۔

مصنفؒ کے نزدیک پانچویں سال میں حج کی فرضیت کا واقعہ پیش آیا۔آپؒ نے اس قول کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعض نے چھ ہجری اور بعض نے نو ہجری کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ بہر حال آپؒ نے حج کی فرضیت کے لیے قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿" وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً"﴾[17]

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس طرف کی راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کردیا ہے۔"

6۔ہجرت کا چھٹا سال

ہجرت کے چھٹے سال میں اہم ترین واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔مزید آپؒ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے مختلف حکمرانوں کی طرف لکھے جانے والے دعوتی خطوط، غزوہ بنی لحیان، چند سرایا(سریہ محمد بن مسلمہ، سریہ کرز بن جابر فہری اور سریہ عمرو بن امیہ ضمری)اور شراب کی حرمت کا ذکر کیا ہے۔

مصنفؒ کے نزدیک صلاۃ الخوف کی مشروعیت غزوہ بنو لحیان کے موقع پر ہوئی۔ بعض حضرات کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر یہ نماز مشروع ہوئی۔ لہذا آپؒ نے یہاں ہجرت کے چھٹے سال میں اس غزوہ کے ذکر کے موقع پر سورۃ النساء کی درج ذیل آیت کو صلاۃ الخوف کی مشروعیت کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

﴿"وَإِذا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ--- "﴾[18]

ترجمہ:"جب تم ان میں ہو اور ان کے لیے نماز کھڑی کرو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لیے کھڑی ہو---"

صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تسلی اور بشارت کے لیے سورۃ الفتح نازل فرمائی۔آپؒ نے سورۃ الممتحنہ کی دس نمبر آیت کا بھی ذکر کیا ہے۔اس آیت کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد چند عورتیں اسلام قبول کرکے آپ کے پاس آگئیں۔قریش نے رسول اللہ سے مطالبہ کیا کہ انہیں معاہدے کے مطابق

واپس بھیجا جائے، لیکن رسول اللہ نے فرمایا اس معاہدے میں صرف مردوں کا ذکر ہے نہ کہ عورتیں۔ رسول اللہ کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ "﴾[19]

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔"

شراب کی حرمت کس سن ہجری میں ہوئی؟ اس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ اس میں چار ہجری، چھ ہجری اور آٹھ ہجری کے اقوال شامل ہیں۔ آپؒ کے نزدیک چھ ہجری والا قول راجح ہے۔ شراب کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے مصنفؒ نے اس کی تدریجی حرمت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپؒ نے ذکر کیا ہے کہ شراب کی نفرت دلوں میں بٹھانے کے لیے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۱۹ نازل ہوئی۔

اس کے بعد دوسرے مرحلے میں حالت نشے میں صلاۃ پڑھنے کی ممانعت کے بارے میں سورۃ النساء کی آیت نازل ہوئی۔

شراب کی مکمل حرمت سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳ سے ثابت ہوتی ہے۔ آپؒ نے یہاں ان آیات کا بھی ذکر کیا ہے۔

7۔ ہجرت کا ساتواں سال

آپؒ نے ہجرت کے ساتویں سال میں پیش آنے والے غزوات و سرایا (غزوہ خیبر، غزوہ ذی قرد، غزوہ ذات الرقاع، سریہ بشیر بن سعد، سریہ غالب بن عبد اللہ) عمرہ قضا، گھریلو گدھوں اور نکاحِ متعہ کی حرمت جیسے واقعات کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہود کے قبائل کو جلاوطن کرنے اور ان کے ساتھ غزوات کے واقعات دوسری، چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں پیش آئے، لیکن مصنفؒ نے ساتویں سال ان تمام واقعات کو اکٹھا ذکر کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ ساتویں سال یہود کے ساتھ مشہور غزوہ خیبر پیش آیا تو آپؒ نے غزوہ خیبر کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ پیش آنے والے پچھلے غزوات وغیرہ کا مختصر تذکرہ کر دیا۔

سریہ غالب بن عبد اللہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جب ایک کافر کو قتل کرنے لگے تو اس کے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا، لیکن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ ڈر کے مارے پڑھ رہا ہے تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا۔ اس واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی درج ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿"یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إذا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِیلِ اللَّهِ فَتَبَیَّنُوا ---"﴾[20]

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی راہ جہاد کرتے وقت تحقیق کر لیا کرو لہذا کوئی تم سے سلامتی کی بات کرے

جب مسلمان عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر مکہ پہنچے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سورۃ الفتح کی درج ذیل آیت بار بار دہراتے رہے:

﴿"لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْیا بِالْحَقِّ ---"﴾[21]

ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ انشاءاللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کتراتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہو کر، وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔"

مدینہ کے یہود اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے ہر گز نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی شاس بن قیس نے اوس اور خزرج کے چند نوجوانوں کو آپس میں گپ شپ لگاتے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے انہیں باہم لڑانے کے لیے ایک یہودی نوجوان سے کہا کہ وہ اوس و خزرج میں ہونے والی لڑائی "یوم بعاث" کا ذکر کرے۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اوس اور خزرج آپس میں لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس پر آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور انہیں سمجھایا۔ اس طرح وہ راضی ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہود ہمیں لڑانا چاہتے تھے اور یہ آیات نازل ہوئی:

﴿"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ تُطِیعُوا فَرِیقاً مِنْ الَّذِینَ أُوتُوا الْكِتَابَ یَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِیمَانِكُمْ كَافِرِینَ ۝ ---- ۝"﴾[22]

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے۔ (گو یہ ظاہر ہے کہ) تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ باوجود یہ کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھا دی گئی۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

اس کے علاوہ مصنفؒ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہود کے ساتھ ہونے والا وہ جھگڑا بھی ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے کہ تم سے قرض

مانگتا ہے۔ اس پر ابو بکر صدیق نے یہودی کو تھپڑ مارا۔ یہودی نے رسول اللہ کے پاس شکایت کی اور اپنی اس گستاخی کا انکار کیا جس پر قرآن کریم کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی گئی۔

یہود نے اس کے علاوہ یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جب تک کوئی رسول تمہارے پاس ایسی قربانی کر کے نہ دکھائے جسے آسمان سے آگ آ کر کھا جائے اس وقت تک تم لوگوں نے اس نبی پر ایمان نہیں لانا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کے بعد ان کی تکذیب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿"الَّذِينَ قالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّى يَأْتِيَنا بِقُرْبانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّناتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ"﴾[23]

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول دیگر معجزوں کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو تو پھر تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟!"

اسی طرح ایک یہودی عالم مالک بن صیف رسول اللہ سے مناظرہ کرنے کے بارے میں اور رسول اللہ کی تصدیق کے لئے قرآن کریم میں درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿"وَما قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قالُوا ما أَنْزَلَ اللَّهُ عَلى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتابَ الَّذِي جاءَ بِهِ مُوسى نُوراً وَهُدىً لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَراطِيسَ تُبْدُونَها وَتُخْفُونَ كَثِيراً وَعُلِّمْتُمْ ما لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلا آباؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ"﴾[24]

ترجمہ: "اور ان لوگوں نے، اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہ کی جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی آپ یہ کہیئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے خرافات میں کھیلتے رہنے دیجیے۔"

مصنفؒ نے بطورِ مثال یہود کی مندرجہ بالا شرارتیں اور گستاخیاں ذکر کی ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی کئی مسائل میں انہوں نے مکر و فریب سے کام لیا۔ اپنی انہی شرارتوں کی وجہ سے وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب ان کا اوس و خزرج کے ساتھ جھگڑا ہوتا تھا تو وہ ان سے کہتے تھے کہ عنقریب حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوں گے تو پھر ہم ان پر ایمان لانے کے بعد فتح پالیں گے۔ اس بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۸۹ تا ۱۰۱ میں کیا ہے۔

اس کے بعد مصنفؒ نے یہود کے تینوں قبائل کے ساتھ ہونے والے معرکوں کا یکے بعد دیگر ذکر ہے اور اس ضمن میں آنے والی قرآن کریم کی آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔

آپؒ نے غزوہ بنی قینقاع کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ غزوہ بدر میں اہلِ اسلام کی فتح کے بعد بنو قینقاع نے آپ ﷺ کو چیلنج دیا کہ آپ لوگوں نے ایسے لوگوں سے لڑائی جیتی ہے جنہیں جنگ کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ اگر آپ کا مقابلہ ہم سے ہوا تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جنگ کسے کہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿"قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ---"﴾[25]

ترجمہ: "کافروں سے کہہ دیجئے! کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں، ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔"

جب بنو قینقاع کا محاصرہ کرنے کے بعد ان کے بارے میں مشورہ کیا گیا تو مسلمانوں میں ان کے حلیف حضرت عبادہ بن صامت سے ان کے بارے میں دریافت ہوا۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ کی خاطر سرکش کفار کی دوستی سے براءت کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن ابی منافق بھی ان کا حلیف تھا۔ اس نے کہا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے انہیں اپنے بال بچوں سمیت جانے دیا، لیکن ان کا مالِ غنیمت مسلمانوں کے لیے چھوڑنے کا حکم دیا۔ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵ نازل فرمائیں جس میں مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ دلی دوستی سے منع فرمایا گیا اور منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی جو کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے دشمنی کرنے میں برے حالات کا خوف ہے۔

یہود کے دوسرے قبیلے بنو نضیر کو بھی جلا وطن کیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ الحشر نازل فرمائی جو ۲۴ آیات پر مشتمل ہے۔ مصنفؒ نے یہاں سورۃ الحشر کی مختصر تفسیر بھی بیان کی ہے۔

تیسرے یہودی قبیلے بنو قریظہ نے غزوہ خندق میں قریش کی طرف داری کر کے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ان کا محاصرہ کیا گیا جو تقریباً پچیس روز پر مشتمل تھا۔ آخر کار وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اپنے بارے میں فیصلے پر راضی ہوئے۔ آپؐ نے فرمان کے مطابق یہ فیصلہ اللہ کی رضامندی کے عین مطابق تھا جس کی مدد سے ان سرکش غداروں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں آیات نازل فرمائیں۔

یہود کے ساتھ پیش آنے والے مندرجہ بالا واقعات تو وہ ہیں جو پچھلے برسوں میں پیش آئے تھے، لیکن مصنفؒ نے غزوہ خیبر کے ساتھ سب کو اکٹھا ذکر کر دیا۔ اس کے بعد آپؒ نے غزوہ خیبر کا ذکر کیا۔

8۔ ہجرت کا آٹھواں سال

مصنفؒ نے اس سال پیش آنے والے غزوات یعنی غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ طائف کے علاوہ سریہ موتہ، سریہ ذات السلاسل، سریہ بنی مصطلق اور سریہ اوطاس کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عثمان بن طلحہ کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے۔

فتح مکہ کے سے پہلے جب حضرت حاطب نے قریش کو خط لکھ کر مسلمانوں کی تیاری کی خبر دی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی متعدد آیات نازل فرمائیں۔ مصنفؒ نے ان میں سے سورۃ الممتحنہ کی صرف پہلی آیت کا ذکر کیا ہے۔

مصنفؒ نے فتح مکہ کے بعد لوگوں کے جوق در جوق ایمان لانے کو سورۃ النصر کی خوش خبری کا مصداق قرار دیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت مدد آئے گی تو لوگ جمع غفیر کی شکل میں اسلام قبول کریں گے۔

2۔ السيرة النبوية في القرآن الكريم

یہ کتاب ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق کی لکھی ہوئی ہے۔ اسے رابطہ عالم اسلامی نے ۱۴۰۱ھ میں مکہ مکرمہ سے شائع کیا ہے۔ کتاب ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں رابطہ عالم اسلامی کے امین شیخ محمد بن علی حرکان کی تقریظ ہے جس میں شیخ محمد حرکان نے سیرت رسول ﷺ کی قرآنی آیات سے استنباط کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ اس کے بعد مصنف عبد الصبور مرزوق کا مقدمہ ہے۔ مقدمے میں آپ نے سیرت کی بے شمار کتب کی موجودگی کے باوجود اپنی کتاب لکھنے کا سبب بیان کیا ہے۔ وہ سبب یہ ہے کہ سیرت کی کتب محض روایات اور واقعات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے بعض واقعات کی صحت و سند مضبوط نہیں ہے۔ لہذا تصدیق کے لیے ہمیں قرآن کریم کی طرف ضرور رجوع کرنا پڑتا ہے جو اس معاملے میں حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم اور رسول اللہ کی زندگی اور اس سے حاصل ہونے والے اسباق کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کرتا ہے۔ مقدمے میں ہی آپ نے سیرت رسول ﷺ سے متعلق قرآن کریم کی کئی آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔[26]

کتاب کا منہج واسلوب

1۔ کتاب کا عمومی مقصد

مصنف نے سیرتِ نبوی کو محض تاریخی واقعہ نہیں سمجھا، بلکہ قرآن کریم کے آئینے میں رسول اللہ کی شخصیت، مشن، اور تعاملات کو اجاگر کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ سیرت کو قرآن کی روشنی میں سمجھا جائے نہ کہ صرف روایات یا سیرت کی نثری کتب میں۔

2۔ منہجِ تحریر

1. ہر موضوع یا باب میں قرآنی آیات کا انتخاب کیا گیا ہے جو اس عنوان سے متعلق ہوں۔
2. آیات کا عربی متن دیا گیا ہے، پھر اس کی تشریح اور رسول اللہ کی زندگی سے تعلق پر روشنی ڈالی ہے۔
3. بعض مقامات پر سیرت کی روایات یا تاریخی واقعات کو بطور توضیح استعمال کیا گیا ہے، مگر اصل منہج قرآنی آیات سے متعلق ہے۔
4. مصنف نے ادبی اسلوب کو اپنایا ہے، لیکن وہ تحقیقی دلائل سے خالی نہیں ہے۔

3۔ اسلوبِ بیان

1. زبان عربی فصیح اور علمی ہے، مگر پیچیدہ نہیں۔
2. بعض ابواب میں موضوعاتی ترتیب (مثلاً: دعوت، جہاد، صبر، دشمنوں سے برتاؤ) اپنائی گئی ہے۔

4. اہم امتیازات

1. پہلی بار سیرتِ نبوی ﷺ کو مکمل طور پر قرآنی نصوص کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا۔
2. بعض آیات کی تفسیر میں روایتی تفاسیر کا سہارا لیے بغیر صرف سیرت کے سیاق سے وضاحت کی گئی ہے۔
3. کتاب تبلیغ، اخلاق، صبر، اجتماعی اصلاح جیسے موضوعات پر قرآن کریم کی روشنی میں نبوی انداز واضح کرتی ہے۔

5۔ سیرت سے حاصل کردہ دعوتی اسباق

مصنف نے مقدمے کے اختتام پر ہی ذکر کیا کہ قرآنی سیرت میں غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں دعوت کے بارے میں دو اہم اصول معلوم ہوتے ہیں:

1. دعوت سراسر ایمان و عمل کا نام ہے، نہ کہ محض کلمات اور شعارات وغیرہ۔ اس کے دلائل میں آپ نے قرآن کریم میں سے سورۃ الحجرات چودہ نمبر آیت، سورۃ التوبہ کی انیس نمبر آیت اور سورۃ النساء کی پچانوے نمبر آیت کا ذکر کیا ہے۔[27]
2. دعوت ایک مکمل عملی نمونے کا نام ہے نہ کہ محض الفاظ کے ذریعے پیغام پہنچا دینے کا۔ کتاب کے اہم مندرجات

بعثتِ نبوی سے قبل جاہلی معاشرے کی ایک جھلک

مصنف نے سیرتِ نبوی کی تفصیلات سے قبل زمانہ جاہلیت کی ایک مختصر سی جھلک پیش کی ہے۔ اس میں آپ نے قرآن کریم کی آیات کے حوالے سے زمانہ جاہلیت کی مذہبی، معاشی اور معاشرتی زبوں حالی کا تذکرہ کیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے خالق کو بھول کر شرک میں مبتلا تھے، سود اور جوا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اور عورتوں کے ساتھ انتہائی بہیمانہ سلوک روا رکھتے تھے۔ عورتوں کے ساتھ برے سلوک کے متعلق آپ نے قرآن کریم کی جن آیات کا حوالہ دیا ہے۔

دراصل جاہلیت کے معاشرے میں فضیلت کا معیار اصل انسانی اقدار کی بجائے سراسر مادی اشیاء یعنی حسب ونسب، مالی تفاخر اور جاہ وجلال پر رہ گیا تھا۔

﴿" أَلْهَاكُمْ التَّكَاثُرُ ○ حَتَّى زُرْتُمْ الْمَقَابِرَ○ "﴾[28]

وہ رذائل میں اس حد تک گر چکے تھے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی منکوحہ یعنی اپنی سوتیلی والدہ تک کو ترکے میں شامل کر کے اس سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں پر اس گھناؤنے جرم کی برائی اس طرح واضح کی:

(وَلا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنْ النِّسَاءِ إلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ إنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتاً وَسَاءَ سَبِيلاً)[29]

نبوت سے پہلے کے چند واقعات

اس عنوان کے تحت مصنف نے واقعہ اصحاب الفیل کا ذکر کیا ہے اور سورۃ الفیل کی آیات حوالے کے طور پر بیان کی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے نزولِ وحی کے وقت حضرت محمد ﷺ کے حالات کا ذکر کیا کہ کس طرح آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے اس واقعے کو بیان کیا اور انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دی۔ آپ نے ذکر کیا کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیات اس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں:

﴿" وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحاً مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلا الإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوراً نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ○ "﴾[30]

﴿" وَمَا كُنتَ تَرْجُوا أَنْ يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إلاَّ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ "﴾[31]

ترجمہ: "اور (اے پیغمبر) تمہیں پہلے سے یہ امید نہیں تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی، لیکن یہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، لہذا کافروں کے ہر گز مددگار نہ بننا۔"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ کو نبی بننے سے قبل اس بات کا علم نہ تھا کہ انہیں نبوت عطا کی جائے گی۔ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ کے کامل علم میں تھی کہ اس نے رسول اللہ کو رہتی دنیا تک کے لیے آخری نبی بنا کر مبعوث کرنا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ عادات کا ذکر

اس کے تحت مصنف نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کیا ہے۔ پہلے آپ نے پہلی وحی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وہ مشہور گفتگو ذکر کی ہے جس میں آپ نے حضرت محمد ﷺ کے شریفانہ اخلاق و شمائل یعنی صلہ رحمی، مہمان نوازی اور کمزوروں کی مدد وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے آپ نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات بیان کی ہیں:

﴿" لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝"﴾[32]

(وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اخلاق کے انتہائی اعلیٰ درجے کا مالک بنایا ہے جس پر کسی بشر کی رسائی تک نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہاں مصنف نے رسول اللہ کی نبوت کا تورات و انجیل میں بیان، رسول اللہ کی نبوت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام، رسول اللہ کے نبی امی ہونے اور آپ کے یتیم پیدا ہونے وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان ابحاث میں آپ نے سیرت ابن ہشام کے اقتباسات کے ساتھ ساتھ متعلقہ موضوع پر قرآنی آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔

وحی کی ابتداء اور قرآن کریم کی روشنی میں دعوتِ اسلام

اس بحث میں مصنف نے اس عظیم مرحلے پر روشنی ڈالی ہے جب رسول اللہ پر پہلی بار وحی آئی، اور پھر مکہ میں خفیہ دعوت کا آغاز ہوا۔ یہ مرحلہ بعثت کی ابتدا، روحانی انقلاب، اور دعوت کے اولین اصولوں پر مشتمل ہے۔

اس میں آپ نے جن قرآنی آیات کو بطورِ حوالہ کے ذکر کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

﴿"اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ---۝"﴾[33]

یہی قرآن کی پہلی وحی ہے جو غارِ حرا میں نازل ہوئی۔ وحی کا آغاز علم، رب کی یاد، اور فکری ارتقاء سے ہوا نہ کہ جنگ یا سیاست سے۔ اس سے نبوت کی بنیاد علم، تعلیم، اور وحی پر رکھی گئی۔

﴿"يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝قُمْ فَأَنذِرْ ---"﴾[34]

ترجمہ: "اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو، اور (لوگوں کو) خبردار کرو۔۔۔ اور احسان نہ جتاؤ کہ زیادہ حاصل کرو۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کرو۔"

یہ آیت ابتدائی مرحلے کی دعوتِ دین کے خدوخال ظاہر کر رہی ہے جب آپ ﷺ ابتداء میں نبوت کی عظیم ذمہ داری کی وجہ سے کچھ پریشان تھے تو اللہ نے رسول اللہ کو تسلی دینے کے لیے رسول اللہ کی اس حالت سے مخاطب کیا جس میں اس وقت آپ موجود تھے یعنی اس وقت آپ ﷺ چادر اوڑھے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محبت سے اسی طرح مخاطب کیا اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کا کہا۔ دراصل یہ آیات نبی ﷺ کو دعوت کی عملی ذمہ داری سونپنے کا اعلان ہیں۔

علانیہ دعوت اور مشرکین کا ردعمل

اس باب میں مصنف لکھتے ہیں جب رسول اللہ نے خفیہ دعوت کے بعد علانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ شروع کی، اور اس کے نتیجے میں مکہ کے مشرکین کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ اس بحث میں جن آیات کو بطورِ استدلال پیش کیا گیا ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سناؤ۔ اور ان مؤمنین کے لیے تواضع سے جھک جاؤ جو آپ کی پیروی کریں۔ پھر اگر وہ نافرمانی کریں تو کہہ دو: میں ان (اعمال) سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔"

اس آیت میں پہلی بار نبی ﷺ کو قریبی رشتہ داروں کو براہِ راست تبلیغ کا کہا گیا۔ یہ دعوت "تدریجی تبلیغ" سے "علانیہ اظہار" کی طرف ایک بڑا قدم تھا۔

﴿"فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ"﴾[35]

"فاصدع" کا مطلب ہے: ببانگ دہل اعلان کرنا۔ یہ اعلانِ نبوت کی حتمی شکل تھی جو مکہ کے مشرک معاشرے کے لیے ناقابلِ قبول تھی۔

مشرکین کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ایذاء رسانی

مصنف اس باب میں دعوت کے علانیہ مرحلے کے بعد مکہ میں رسول اللہ اور صحابہؓ پر ہونے والے مظالم اور ان کے قرآنی تذکرے کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب مشرکین نے مسلمانوں پر زبانی، جسمانی اور سماجی مظالم کی انتہا کر دی۔ اس میں آپ نے قرآن کریم کی ان آیات کو بطورِ حوالہ ذکر کیا ہے جن میں مشرکین کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کو دعوت سے باز رکھنے کے لیے مختلف طرح کی تکالیف دینے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کرنے اور اچھے طریقے سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نتائج

1. قرآن کریم سیرتِ نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا سب سے معتبر ماخذ ہے۔
2. قرآن کریم کے علاوہ سیرت کے دوسرے مآخذ میں ردو نقد کی گنجائش موجود ہے، لیکن قرآن کریم اس سے مبرا ہے۔
3. قرآن کریم میں حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات، دعوت میں پیش آنے والی مشکلات میں تسلی، مشرکین کی طرف سے نبوی دعوت پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات اور غزوات و سرایا کا ذکر موجود ہے جو سیرت کے اساسی پہلو ہیں۔
4. عربی زبان میں خالص قرآنی سیرت پر لکھی گئی کتب کی تعداد محدود ہے۔
5. ڈاکٹر محمد بن محمد ابوشہبہ نے مکمل سیرت کی دیگر کتب کی طرح مکمل سیرتِ نبوی بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ اس میں آپ نے ہر بحث کے متعلق قرآنی آیات کے علاوہ صحیح احادیث سے بھی مدد لی ہے۔
6. ڈاکٹر ابوشہبہ نے اپنی کتاب میں قرآن کریم کی آیات کے علاوہ سیرت اور تاریخ کی قدیم کتب سے بھی استفادہ کیا ہے، لیکن صحیح روایات کا التزام کرنے کی کوشش کی ہے۔
7. ڈاکٹر ابوشہبہ اکثر مقامات پر سیرت کے متعلق قرآن کریم کی آیات کی مختصر تفسیر بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً: صلح حدیبیہ کے تحت سورۃ الفتح کی جامع تفسیر بیان کی ہے۔
8. ڈاکٹر ابوشہبہ نے قرآن کریم کی کل ۴۱۵ آیات سے استدلال کیا ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے سیرت سے متعلق ہیں۔
9. ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق کی کتاب "السيرة النبوية في القرآن الكريم" میں صرف قرآنی آیات کی مدد سے رسول اللہ کی سیرتِ طیبہ بیان کی گئی ہے۔ کہیں کہیں مزید وضاحت کے لیے احادیث کا بھی ذکر ہے، لیکن وہ ضمناً ہے۔
10. ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق نے ہر باب کے تحت اس سے تعلق رکھنے والی قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے۔
11. آپ نے آیات کی مختصر تفسیر کے ساتھ ساتھ ان کا سیرت سے تعلق واضح کیا ہے۔
12. آپ نے اپنی کتاب میں سیرت سے حاصل ہونے والے اسباق کا ذکر کر کے سیرتِ نبوی کا عملی پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔
13. بعض آیات میں روایتی تفسیر سے ہٹ کر صرف سیرت کے سیاق و سباق سے آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔
14. ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق نے کتاب کو تین بڑے ابواب: "بين يدي النبوة"، "العهد المكي" اور "العهد المدني" میں تقسیم کیا ہے۔ ذیلی عنوانات زیادہ تر آیاتِ قرآنیہ کے الفاظ یا حدیث کے الفاظ کے ساتھ بنائے ہیں جو ایک منفرد رجحان ہے۔ مثال کے طور پر کتاب کا سب سے آخری عنوان سورۃ المائدہ کی آیت کے الفاظ "اليوم اكملت لكم دينكم" ہیں۔

References

1 سورۃ الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

2 طبری، ابو جعفر، جامع البیان فی تاویل القرآن، محقق: محمد شاکر (بیروت: ط ۱، ۱۴۲۰ھ) ۱۸: ۵۵۲

3 سورۃ آل عمران، ۳:۳۱

4 سورۃ آل عمران، ۳:۳۲

5 سورۃ النور، ۲۴:۶۳

6 سورۃ الاحزاب، ۳۳:۲۱

7 ابو شہبہ، محمد بن محمد، السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ (دمشق: دار القلم، ط ۸، ۱۴۲۷ھ) ۱:۷

8 اس عنوان کے تحت مصنفؒ نے ذکر کیا ہے کہ بہت سے سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کی کسی ایک صفت، مثلاً: عبقریت، سیاسی قیادت اور جواں مردی جیسی صفات کو سامنے رکھ کر سیرت تالیف کی ہے۔ آپؒ کا کہنا ہے کہ اگرچہ یہ تمام صفات بلاشبہ نبی کریم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، لیکن سب سے اہم وصف رسالت و نبوت ہے۔ اس وصف کو وہ کفار نہیں مانتے جنہوں نے آپ ﷺ کی مذکورہ صفات کو مد نظر رکھ آپ ﷺ کی زندگی بیان کی ہے۔ اس لیے آپؒ نے اس کتاب میں اس عظیم وصف کی اہمیت بیان کرنے پر زیادہ زور دیا ہے۔

السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ، ۱:۱۷-۲۱

9 اس میں مصنف نے ہجرتِ حبشہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام، مقاطعہ قریش، قصہ غرانیق، دوسری ہجرتِ حبشہ، فارس و روم کی لڑائی کا قصہ اور ابو طالب و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے واقعات ذکر کیے ہیں۔

السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ، ۱:۳۴۹

10 سورۃ الجن، ۷۲:۱۸

11 مستشرقین نے پہلے سال کے ان سرایا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد حضرت محمد ﷺ کے ابھارنے کی وجہ سے انصارِ مدینہ نے اپنی طبعی عادت یعنی لوٹ مار سے کام لیتے ہوئے قریش کے قافلوں پر حملے کیے۔ مصنفؒ نے محمد حسین ہیکل کا دیا ہوا جواب نقل کیا کہ انصار کی عادت لوٹ مار کی نہیں تھی، بلکہ وہ توان پسند اور زراعت پیشہ لوگ تھے۔ ان سرایا میں مہاجرین نے قریش کی طرف سے چھینے گئے اپنے اموال اور املاک کا بدلہ لینے کے لیے ان پر حملے کیے تھے اور ان کا شرعی اور عقلی حق تھا۔ مکہ میں ان کی جائیدادوں پر قریش نے ناحق قبضہ جما رکھا تھا۔

السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ، ۲:۶۹

12 سورۃ الحج، ۲۲:۳۹-۴۱

13 سورۃ آل عمران، ۳:۱۷۳

14بحرق، محمد بن عمر، حدائق الأنوار ومطالع الأسرار في سيرة النبي المختار (جدہ: دار المنہاج، ط۱، ۱۴۱۹ھ) ۲۸۳
15سورۃ المنافقون، ۶۳: ۷، ۸
16سورۃ النور، ۲۴: ۶۲، ۶۳
17سورۃ آل عمران، ۳: ۹۷
18سورۃ النساء، ۴: ۱۰۲
19سورۃ الممتحنہ، ۶۰: ۱۰
20سورۃ النساء، ۴: ۹۴
21سورۃ الفتح، ۴۸: ۲۷
22سورۃ آل عمران، ۳: ۱۰۰-۱۰۳
23سورۃ آل عمران، ۳: ۱۸۳
24سورۃ الانعام، ۶: ۹۱
25سورۃ آل عمران، ۳: ۱۲، ۱۳
26مرزوق، عبدالصبور، ڈاکٹر، السيرة النبوية في القرآن الكريم (مکہ مکرمہ، رابطہ عالم اسلامی، ۱۴۰۱ھ) ۱۹
27السيرة النبوية في القرآن الكريم، ۲۶
28سورۃ التکاثر، ۱۰۲: ۱، ۲
29سورۃ النساء، ۴: ۲۲
30سورۃ الشوریٰ، ۴۲: ۵۲
31سورۃ القصص، ۲۸: ۸۶
32سورۃ التوبہ، ۹: ۱۲۸
33سورۃ العلق، ۹۶: ۱-۵
34سورۃ المدثر، ۷۴: ۱-۷
35سورۃ الحجر، ۱۵: ۹۴۔

Bibliography in Roman

1. Qur'an, Sūrah al-Anbiyāʾ, 107:21.
2. Ṭabarī, Abū Jaʿfar. *Jāmiʿ al-Bayān fī Taʾwīl al-Qurʾān*. Muḥaqqiq: Muḥammad Shākir. Bayrūt: n.p., 1420 AH.

3. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 31:3.
4. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 32:3.
5. Qur'an, Sūrah al-Nūr, 63:24.
6. Qur'an, Sūrah al-Aḥzāb, 21:33.
7. Abū Shahbah, Muḥammad ibn Muḥammad. *Al-Sīrah al-Nabawīyah ʿalā Ḍawʾ al-Qurʾān wa al-Sunnah*. Dimashq: Dār al-Qalam, 1427 AH.
8. Abū Shahbah, *Al-Sīrah al-Nabawīyah ʿalā Ḍawʾ al-Qurʾān wa al-Sunnah*.
9. Abū Shahbah, *Al-Sīrah al-Nabawīyah ʿalā Ḍawʾ al-Qurʾān wa al-Sunnah*.
10. Qur'an, Sūrah al-Jinn, 18:72.
11. Abū Shahbah, *Al-Sīrah al-Nabawīyah ʿalā Ḍawʾ al-Qurʾān wa al-Sunnah*.
12. Qur'an, Sūrah al-Ḥajj, 39:22–41.
13. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 173:3.
14. Baḥraq, Muḥammad ibn ʿUmar. *Ḥadāʾiq al-Anwār wa Maṭāliʿ al-Asrār fī Sīrat al-Nabī al-Mukhtār*. Jiddah: Dār al-Manhāj, 1419 AH.
15. Qur'an, Sūrah al-Munāfiqūn, 8:7:63.
16. Qur'an, Sūrah al-Nūr, 63:62–24.
17. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 97:3.
18. Qur'an, Sūrah al-Nisāʾ, 102:4.
19. Qur'an, Sūrah al-Mumtaḥanah, 10:60.
20. Qur'an, Sūrah al-Nisāʾ, 94:4.
21. Qur'an, Sūrah al-Fatḥ, 27:48.
22. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 100:3–103.
23. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 183:3.
24. Qur'an, Sūrah al-Anʿām, 91:6.
25. Qur'an, Sūrah Āl ʿImrān, 12:3, 13.
26. Marzūq, ʿAbd al-Ṣabūr, Dr. *Al-Sīrah al-Nabawīyah fī al-Qurʾān al-Karīm*. Makkah: Rābiṭah ʿĀlam al-Islāmī, 1401 AH.
27. Marzūq, *Al-Sīrah al-Nabawīyah fī al-Qurʾān al-Karīm*.
28. Qur'an, Sūrah al-Takāthur, 2:1:102.

29. Qur’an, Sūrah al-Nisāʾ, 22:4.
30. Qur’an, Sūrah al-Shūrā, 52:42.
31. Qur’an, Sūrah al-Qaṣaṣ, 86:28.
32. Qur’an, Sūrah al-Tawbah, 128:9.
33. Qur’an, Sūrah al-ʿAlaq, 1:96–5.
34. Qur’an, Sūrah al-Muddaththir, 1:74–7.
35. Qur’an, Sūrah al-Ḥijr, 94:15.